خلفاء راشدین کی تجارتی حکمتِ عملی اور پاکستان

محمد نعیم*

ہمایوں عباس**

خلفاء راشدین نے دین کے دیگر معاملات کی طرح تجارتی معاملات کی اصلاح و ترقی کے لئے بے شمار اقدامات کئے۔ جو تا قیامِ قیامت امت کی اصلاح کی طرف رہنمائی کرتے رہیں گے۔ پاکستان کے موجودہ تجارتی مسائل کا حل بھی خلفاء راشدین کی تجارتی حکمتِ عملی میں پوشیدہ ہے۔ جس کا جائزہ درج ذیل نکات کی روشنی میں لیا جائے گا۔

سودی نظام کا خاتمہ وقت کی اہم ضرورت

قرآن و سنت کے واضح احکامات کے پیشِ نظر عوام الناس کو سود کی آگاہی اور سودی کاروبار سے روکنے کیلئے عہدِ خلافتِ راشدہ میں اس درجہ اہتمام کیا جاتا تھا کہ ایسے لوگوں کو بازار میں کاروبار ہی نہیں کرنے دیا جاتا تھا جو سود سے متعلقہ شرعی احکامات سے آگاہ نہ ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگوں سے ہمیشہ خطرہ رہتا ہے کہ وہ سودی کاروبار میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اسی بنا پر خلفاء راشدین خود بازار کا دورہ بھی فرماتے اور موقع پر ہی ہدایات دیا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے شام کے محاذ پر بھیجی جانے والی افواج کے سالاروں کو لکھا تھا تم ایسی سرزمین پر قدم رکھ رہے ہو جہاں سود کا چلن ہے اس لئے سونے کے بدلے سونا نہ خریدنا مگر جب کہ ہم وزن ہو، چاندی کے بدلے چاندی نہ لینا جب کہ ہم وزن ہو اسی طرح طعام کے بدلے طعام نہ خریدنا مگر جب کہ ہم پیمانہ ہو۔(۱)

بازاری معاملات کے احتساب کے باب میں مالک بن اوس بن حدثان کا واقعہ قابلِ ذکر ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ مالک بن اوس کہتے ہیں کہ میں یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا کہ کون درہم کو بدلے گا؟ طلحہ بن عبید اللہ جو عمرؓ کے پاس تھے انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنا سونا دے دو اور پھر آنا جب ہمارے خادم آجائیں گے تو ہم تمہیں بدلے والی چاندی دے دیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اسے چاندی دے دو یا اس کا سونا واپس کر دو اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

---

* مکان نمبر B-44 صدر بازار غلام محمد آباد، فیصل آباد، پاکستان۔

** ڈین، فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔

"الذَّھَبُ بِا لذَّھَبِ وَالفِضَّةُ بِالفِضَّةِ وَالبُرُّ بِالبُرِّ وَالشَّعِیرُ بِالشَّعِیرِ وَالتَّمرُ بِا لتَّمرِ وَالمِلحُ بِالمِلحِ مِثلاً بِمَثَلٍ یَدًا بِیَدٍ فَمَنْ زَادَ وَ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰی الاٰخِذُ وَالمُعْطِی فِیهِ سَوَآء" (۲)

''سونا سونے کے بدلے، چاندی، چاندی کے بدلے اور گندم، گندم کے بدلے اور نمک، نمک کے بدلے میں اگر لیا اور دیا جائے تو ان کا لین دین برابر برابر دست بدست ہونا چاہیے اس میں کمی بیشی (یا ادھار) ربٰوا کے حکم میں ہے جس کے گناہ میں لینے والا اور دینے والا برابر ہیں۔''

ایک اور واقعہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے سونے کا یا چاندی کا پیالہ اس کے وزن سے زائد چاندی یا سونے کے بدلے میں فروخت کیا تو حضرت ابو درداؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ ایسے سودے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ الا کہ برابر سرابر ہو۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ ایسے سودے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت ابو درداؓ بولے: معاویہ کے بارے میں مجھے کون معذور سمجھے گا؟ میں انہیں حدیثِ رسول اللہ ﷺ سنا رہا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے بتا رہے ہیں، لہٰذا اب میں اس سرزمین میں نہیں رہوں گا جہاں تم رہتے ہو۔ بعد ازاں حضرت ابو درداؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہیں واقعہ بتایا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ چاندی اور سونے کو برابر اور اہم وزن فروخت کرو۔ (۳)

حضرت علیؓ بھی سود کی اس قسم کی ممانعت فرمایا کرتے تھے۔ آپؓ نے تر کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے فروخت کرنے کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ خشک ہو کر کم ہو جائیں گی۔ (۴)

الغرض خلفاء راشدین تجارتی معاملات کو سود سے پاک رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ موجودہ دور کے تجارتی معاملات کو صحیح معنوں میں فروغ دینے کے لئے سب سے ضروری کام سودی نظام کا خاتمہ ہے۔ اگر پاکستان میں اسی طرح سودی نظام چلتا رہا تو اصلاح ناممکن ہے۔ اقتصادی اور تجارتی میدان میں اصلاح کا سب سے پہلا قدم سود کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ جس طرح یہ معاملہ انفرادی اعتبار سے اہم ہے ریاستی معاملات میں یہ اس سے کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اسی وجہ سے خلفاء راشدین نے سودی معیشت کے خاتمہ کو اسلامی نظامِ معیشت کے فروغ کے لئے استعمال کیا اور ہر اس باریک سے باریک نقطہ کی وضاحت کر دی اور ہر اس تجارتی سرگرمی سے روک دیا جس میں سود کا عنصر پایا جاتا تھا۔

موجودہ دور میں سودی نظام کے فروغ کے لئے جس ادارے کا سہارا لیا جاتا ہے وہ بینک ہے۔ اگر تمام اسلامی دنیا کے اقتصادی نظام کا جائزہ لیں تو یہ بات مشاہدے میں آتی ہے کہ کہیں بھی موجودہ بینکوں کے متبادل اسلامی نظام رائج نہیں ہے۔ ایسے حالات میں موجودہ بینکوں کے نظام کا خاتمہ دانشمندی کی بات نہیں ہوگا۔ بلکہ انہیں

اداروں میں قوانین کی ترمیم سے اسلامی نظام رائج کیا جائے کیونکہ بینکوں کا نظام مسلمانوں کی ایجاد ہے۔اور وہ عرصہ دراز تک سودی نظام کے بغیر معاملات سرانجام دیتے رہے ہیں۔بعض وجوہات کی بنا پر ایسا مشکل ہوسکتا ہے، کیونکہ موجودہ دور میں بینکوں کی مختلف ممالک میں شاخیں موجود ہوتیں ہیں اس لئے مختلف برانچز کے لئے مختلف قوانین تشکیل دینا مشکل امر ہوسکتا ہے اس سلسلہ میں پاکستان کے حکمرانوں کو چاہیے کہ ایسے بینکوں کے قیام کو عمل میں لائیں جو واقعتاً اسلامی بینک بن سکیں۔

تجارت سے متعلقہ علم کے فروغ کی صورتِ حال

جائز تجارت کے فروغ اور سودی نظام کے خاتمہ کے لئے خلفاء راشدین جس طریقہ کار کا سب سے زیادہ استعمال کرتے تھے وہ جائز اور شریعت کے مطابق تجارتی معاملات چلانے کے لئے متعلقہ علم کا حصول تھا۔وہ خود تجار کے پاس جاتے اور ان سے جائز تجارتی طریقوں اور مختلف مسائل کے بارے میں سوالات کرتے اور اگر تجار ان کے تسلی بخش جواب نہ دے سکتا تو اسے تجارتی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت نہیں دیتے اور جس چیز کا خدشہ ظاہر کرتے وہ سودی معاملات میں مبتلا ہونے کا ہی ہوتا تھا۔(۵)

جس کی واضح مثالیں حضرت عمرؓ کے ارشادات ہیں جو انہوں نے اپنے دور کے تجار کو ارشاد فرمائے۔

حضرت عمر فاروقؓ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہماری منڈیوں میں وہ شخص اپنا سامانِ تجارت نہ لائے جو شرعی طور پر بیع وفروخت کے مسائل سے ناواقف ہے۔(۶)

اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ

”كَانَ عُمَرُ بُنُ الْخَطَّابِؓ يَضْرِبُ بِالدِّرَّةِ مَنْ يَقْعُدُ فِي السُّوقِ وَهُوَ لَا يَعْرِفُ الْاَحْكَامَ، وَكَانَ يَقُوْلُ لَايَقْعُدُ فِيْ سُوْقِنَا مَن لَا يَعْرِفُ الرِّبَا“(۷)

آپؓ ایسے تجار، دکانداروں کو درے لگاتے جو بازار میں تجارت کرنے آتے اور لین دین کے شرعی احکامات نہ جانتے ہوتے اور انہیں کہتے کہ جو شخص سود کو نہ پہچانتا ہو وہ ہمارے بازاروں میں نہ بیٹھے۔

امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰؓ بھی فرمایا کرتے تھے، کہ تجارت سے متعلق دینی بصیرت حاصل کرنے سے پہلے جس نے تجارت کی وہ سود میں ڈوب گیا، ڈوب گیا، ڈوب گیا۔(۸)

خلفاء راشدین کی طرف سے تاجروں کو شرعی مسائل کے جاننے کی اہمیت کے پیشِ نظر امام غزالی بعد کے لوگوں کو اس کی اہمیت اس انداز سے سمجھاتے ہیں کہ

”جس علم کی حاجت ہوتی ہے اس علم کا سیکھنا واجب ہے کہ جب اس علم سے واقف ہوگا تو معاملہ

کی فاسد کرنے والی باتوں کو معلوم کرلے گا اور معاملہ میں ان سے احتراز کرے گا کیونکہ جب تک مجملاً اسباب فساد کو نہ جان لے گا تو اس کو کیسے معلوم ہوگا کہ توقف اور دریافت کرنا کس وقت اس کے ذمہ واجب ہے اور اگر اہلِ معاملہ یہ کہے کہ میں علم کو اول نہیں سیکھتا بلکہ اپنا کام کئے جاؤں گا جب تک کہ کوئی معاملہ سخت مجھ کو پیش آئے اس وقت اس کا مسئلہ پوچھ لوں گا اور فتویٰ دریافت کر لوں گا تو اس کو یوں جواب دیا جائے کہ جس صورت میں تجھ کو مجمل علم معاملہ کی مفسد چیزوں کا نہیں تو تجھ کو کیسے معلوم ہوگا کہ یہ معاملہ قابلِ دریافت ہے کیونکہ تو معاملہ کئے جائے گا اور اس کو صحیح اور مباح جانے گا حالانکہ حقیقت میں وہ درست نہ ہو اس لئے علم تجارت میں اس قدر جاننا ضروری ہے تا کہ معلوم ہو کہ فلاں معاملہ مباح ہے اور فلاں ممنوع اور یہ معاملہ ظاہر ہے اور یہ مشکل ہے''(۹)

اس حکمتِ عملی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں موجودہ دور میں انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے ان تمام تجارتی مسائل کو جاننے کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے نہ صرف سودی نظام سے بچا جا سکتا ہے۔ بلکہ مؤثر تجارتی سرگرمیوں کو بھی فروغ دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ خلفاء راشدین نے اپنے دور میں تجارتی معاملات کا علم جن قباحتوں سے بچنے کے لئے لازمی قرار دیا تھا آج کے معاشرے میں انہیں قباحتوں (سود وغرر) میں مبتلا ہونے کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ جس وجہ سے موجودہ دور میں اسلامی تجارتی مسائل کے بارے میں آگاہی مزید اہمیت اختیار کر چکی ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت، علماء اور عوام الناس پر الگ الگ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، جن کو پورا کرنے سے اقتصادی میدان میں ترقی کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔

حکومت کی ذمہ داریاں

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان علوم کو فروغ دے جو تجارتی معاملات اور تجارت کے فروغ کے لئے اہمیت رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حکومت درج ذیل طریقے استعمال میں لا سکتی ہے۔

☆ سکولوں، کالجوں، اور خصوصی طور پر یونیورسٹیوں میں اسلامی اصولِ تجارت کے شعبہ جات قائم کئے جائیں۔ جہاں اسلامی تجارتی صورتوں اور موجودہ دور کے دیگر مسائل پر تحقیقی کام کروایا جائے تا کہ انٹرنیشنل لیول پر اسلامی اصولِ معاشیات کا اطلاق ہو سکے۔ اور دنیا کے سامنے اسلامی اقتصادی تصورات اور نظریات کی صحیح ترجمانی ہو۔

☆ حکومت اسلامی اصولِ تجارت کی طرف راہنمائی کے لئے تمام وسائل کو بھر پور انداز میں استعمال میں لائے۔ پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور دیگر وسائل کو تجار کی راہنمائی کے مختص کریں۔

☆ اس موضوع پر سیمینار اور کانفرنسز کے بندوبست کو یقینی بنایا جائے۔

☆ حکمرانوں اور تجارتی لحاظ سے اعلیٰ عہدہ داروں کو تمام اسلامی مسائل کا علم ہونا چاہیے۔ موجودہ دور میں

اقتصادی میدان میں ترقی کے لئے انہیں خود اسلامی اصولوں، طریقوں اور خلفاء راشدین کے اس سلسلہ میں طرزِ عمل سے آگاہ ہونا ضروری ہے کیونکہ انہیں نے مختلف مواقع پر دیگر ممالک اور اداروں کے اعلیٰ عہدے داروں سے ملاقات کرنا ہوتی ہے۔اس لئے اپنے مؤقف بہتر انداز میں بیان کرنے کے لئے اس سے مکمل آگاہی بہت ضروری ہے۔

☆ حکومتی سطح پر کتب، رسائل و جرائد کا سلسلہ شروع کیا جائے اور ان کی تجار کو فراہمی کو یقینی بنایا جائے تاکہ عوام تجارتی مسائل اور موجودہ صورتِ حال سے آگاہی ہو سکیں۔

☆ حکومت تعلیمی میدان میں اسلامی اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پالیسیاں مرتب کرے تاکہ اسلامی اقدار اور اصولوں کو فروغ حاصل ہو۔گرانٹ کے حصول کے لئے غیروں کی پالیسیاں اختیار کرنا اپنی آنے والی نسلوں کو ہمیشہ کے لئے ان کا محتاج اور دستِ نگر بنانے کی کوشش ہے۔کیونکہ تعلیمی میدان میں جس طرح کی صورتِ حال درپیش ہے کہ ہم ابھی تک یہ فیصلہ نہیں پائے کہ اپنے بچوں کو کس زبان میں تعلیم دینی چاہیے؟ یہ فیصلہ کرنا کہ کیا تعلیم دینی ہے؟ یہ تو اس سے بھی اگلا مرحلہ ہے۔حکومت کو اس بارے سنجیدگی کے ساتھ سوچنا چاہیے۔

☆ اگر ہم اپنے تعلیمی نظام اور نصاب کا جائزہ لیں تو ایک ذی شعور انسان بڑی آسانی کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کر لے گا کہ ہم غیروں کے فلسفے اور نظریات کی تعلیم دے رہے ہیں اور انہیں کے مطابق اپنے بچوں کی ذہن سازی کر رہے ہیں حالانکہ ہمیں اسلامی تعلیمات اور عالمی صورتِ حال کے ذریعے سے معلوم ہے کہ یہ لوگ ہمارے خیر خواہ نہیں ہیں۔

☆ موجودہ دور میں اقتصادی اہمیت کے پیشِ نظر ہمیں چاہیے کہ شروع ہی سے بنیادی اسلامی اصولِ تجارت اور لین دین کے اسلامی اصولوں کے بارے آگاہی نصاب کا حصہ بنائیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے بچوں کی بہت بڑی تعداد پرائمری سے آگے تعلیم جاری نہیں رکھتے۔

علماء کے کرنے کے کام

موجودہ دور میں علماء کو اپنی ذمہ داریوں کے احساس کی ضرورت ہے۔علماء کو چاہیے کہ درج ذیل نکات کی طرف خصوصی توجہ دیں۔

☆ جائز اور ناجائز تجارتی اشکال کی وضاحت کریں خصوصاً سودی معاملات کو ہر لحاظ سے کھول کر عوام کے سامنے لائیں یہ معاملات ربا النسیہ کے بارے میں ہوں یا ربا الفضل کے بارے میں۔اس کے ساتھ ساتھ علماء کو چاہیے کہ ان تحفظات کا دلائل کے ساتھ جواب دیں جو تجارتی سود کے قائلین پیش کرتے ہیں۔

☆ علماء کو چاہیے کہ خود تجارتی سرگرمیوں میں شمولیت کریں تاکہ وہ موجودہ دور کے تجارتی معاملات کو بہتر سمجھ سکیں۔ادھار کے معاملات کی اصلاح میں بھی علماء کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

☆ موجودہ دور میں اقتصادی شعبہ کی اہمیت کے پیشِ نظر علماء کو چاہیے کہ لوگوں کو مساجد و مدارس میں کورسز کروائیں۔

عوام الناس کے لئے اقتصادی ترقی اور سودی معیشت کے خلاف حصولِ علم کی تجاویز

☆ عوام کو اپنے اندر یہ احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام نے ہر فرد پر تعلیم کا حصول فرض قرار دیا ہے۔(۱۰)اور انہیں اس سلسلہ میں خود جواب دہ ہونا ہے۔اگر وہ حصولِ معاش میں جائز و ناجائز کی تمیز کے بارے آگاہی حاصل نہیں کریں گے اور ناجائز وحرام ذرائع کی مدد سے روزگار کا بندوبست کریں گے تو اللہ ان سے ناراض ہوگا اور ان کی عبادات بھی اس وقت تک مقبول نہیں ہوں گی جب تک کہ وہ حلال ذرائع کے ذریعے حصولِ معاش کو یقینی نہیں بنائیں گے کیونکہ حرام مال سے پرورش پانے والے بدن کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ سب سے مناسب جگہ ہے۔اور مسلمانوں کے نزدیک دنیا کی نسبت آخرت زیادہ مقدم ہونی چاہیے۔

☆ تجار کو تجارتی معاملات میں اصلاح کے لئے خود مختلف تنظیمیں بنانی چاہیں۔

☆ عوام مختلف ذرائع سے اپنے اندر یہ شعور پیدا کریں کہ ان کے تجارتی معاملات میں اگر انہیں کوئی شک و شبہ ہے تو وہ علماء سے رجوع کر کے رفع کیا جائے کیونکہ بعض اوقات لوگ جس طریقہ کو جائز خیال کرتے ہیں وہ جائز نہیں ہوتا اور بعض اوقات جن طریقوں سے اجتناب کر رہے ہوتے ہیں انہیں آسانی کے ساتھ شریعت کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔تاکہ سود اور ناجائز امور سے بچا جا سکے۔

☆ لوگ ایک دوسرے کو شریعت کے مطابق معاملات کرنے کے بارے آگاہ کرتے رہیں۔کیونکہ فرمانِ الٰہی ''وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ''(۱۱) کے مطابق یاددہانی مؤمنوں کو فائدہ دیتی ہے۔اسی سلسلہ کا ایک واقعہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی پیش آیا تھا کہ'' ایک صحابیؓ نے شکائت کی لوگ مجھے کاروبار میں دھوکہ دیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اسے (دوسروں کا یاددہانی کروانے کا کہا تھا) لوگوں سے یہ کہنے کا کہا تھا کہ دھوکہ نہیں دینا۔''(۱۲) اور خلفاء راشدین کے زمانے میں بھی صحابہ ایک دوسرے کو کاروباری معاملات میں اصلاح کرنے کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔خود خلفاء راشدین بھی لوگوں کو کسبِ معاش پر ابھارتے تھے۔(۱۳)

تجارتی سہولیات کی فراہمی میں پاکستانی حکومت کا کردار

تجارتی سرگرمیوں کے فروغ کے لئے تجار نے جہاں اپنے طور پر تلاشِ رزق کے لئے جد و جہد کی وہاں خلفاء راشدین نے بھی تجار کو سہولیات باہم پہنچانے کا بھرپور اہتمام فرمایا۔کیونکہ تجارت اور کاروبار میں جو چیز ناگزیر ہے وہ سہولت کا حصول ہے۔یوں تو یسر اور تیسیر شریعت کے ہر حکم میں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔آسانی پیدا

کرنا تو اور شریعتِ اسلامی کا مزاج ہے۔ آسانی عبادات میں بھی پیدا کی گئی، معاملات میں بھی۔ لیکن تیسیر کی سب سے زیادہ ضرورت جس چیز میں پڑتی ہے وہ معاملات، تجارت اور کاروبار ہیں۔ جب تک معاملات، تجارت اور کاروبار میں آسانیاں پیدا نہیں کی جائیں گی عوام الناس کے لئے اپنی ضروریات کی تکمیل مشکل ہو جائے گی۔ خلفاء راشدین دینِ اسلام کے مزاج کو اچھے انداز سے سمجھنے والے تھے۔ اسی بنا پر خلفاء راشدین نے تجارت کو فروغ دینے کے لئے سڑکوں، پلوں، نہروں کی تعمیر کروائی اور مختلف جگہوں پر بازار بھی بسائے مزید برآں اس سلسلہ میں مفتوحہ علاقوں کو بھی خصوصی ہدایات دیں کہ وہ تجار کی سہولیات کا خیال رکھیں۔ کیونکہ یہ چیزیں تجارت کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ خلفاء راشدین باہر سے آنے والے تاجر کے ساتھ مہمانوں جیسا سلوک کرتے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمارے بازار میں کوئی احتکار نہ کرے جن لوگوں کے ہاتھ میں حاجت سے زیادہ روپیہ ہے ہو کسی ایک غلہ کو جو ہمارے ملک میں آئے خرید کر احتکار نہ کریں البتہ وہ غریب محنت کش جو ہمارے بازار میں گرمی اور سردی کے موسم میں اپنی کمر پر غلہ لاد کر فروخت کرنے کے لئے آئے وہ عمرؓ کا مہمان ہے اور اسے اختیار ہے کہ جس نرخ پر اس کی خوشی ہو فروخت کرے اور اگر اپنی ذاتی ضروریات خوراک کے لئے اسے یہ غلہ جمع رکھنا ہے تب بھی وہ مختار ہے۔ (۱۴)

حضرت عمرؓ نے ایسا اس وجہ سے فرمایا تھا تا کہ غلہ لانے والے خوش ہوں اور زیادہ سے زیادہ غلہ لے کر آئیں حضرت عمرؓ حضورِ اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بھی سنایا کرتے تھے کہ ''غلہ لانے والا روزی دیا جائے گا اور روک کر رکھنے والا لعنت کیا جائے گا۔'' (۱۵)

تمام خلفاء راشدین نے تجارت کے فروغ کے لئے اقدامات کئے لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے اس بارے خصوصی اقدامات کئے۔ آپؓ نے سڑکیں تیار کروائیں، نہریں بنوائیں اور وہ تمام سہولیات باہم پہنچائیں جو سواریوں کی تیز رفتاری میں مدو معاون ہو۔ ان کے دورِ خلافت میں تجارتی آزادی تھی، درآمد کبھی ممنوع نہیں کی گئی حتیٰ کہ اکثر وہ چیزیں بھی جو مسلمانوں کے ہاں حرام تھیں غیر مسلم رعایا کے لئے برابر درآمد ہوتی رہتی تھیں۔ (۱۶)

موجودہ دور کے حکمرانوں کے لئے خلفاء راشدین کی تجارتی حکمتِ عملی کے اس پہلو میں بہت زیادہ رہنمائی موجود ہے۔ کیونکہ خلفاء راشدین کی تجارتی حکمتِ عملی کا اہم پہلو تجارتی سرگرمیوں کے لئے سہولیات کو باہم پہنچانا تھا۔ وہ مقامی تجار کو تو خیال کرتے ہی تھے، لیکن دور سے آنے والے بیرونی تجار کو اتنی سہولیات فراہم کرتے تھے جیسا کہ مہمان کو فراہم کی جاتیں ہیں۔ (۱۷) اس کے علاوہ انہوں نے تجارت کے لئے استعمال ہونے والے ذرائع کے فروغ کی طرف بھی خصوصی توجہ دی تھی۔ جس کی بدولت ان کے دور میں مسلمانوں کے تجارتی قافلے دنیا کے دور دراز

ممالک میں پھیلے ہوئے تھے اور دیگر اقوام سے تجار ان کے ساتھ تجارتی معاملات کرنے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ان کے اس طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ تجار کو سہولیات کی فراہمی اسلامی ریاست یا حکمرانوں کی اولین ذمہ داری ہے۔

خلفاء راشدین تجارتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے تجار کو ہر ممکن سہولت فراہم کرتے تھے۔لیکن پاکستانی حکومت سہولیات فراہم کرنے کی بجائے طرح طرح سے تجار کے لئے مشکلات پیدا کررہی ہے۔اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ ان مشکلات میں آئے دن کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ذرائع آمدورفت خصوصاً ریلوے اور سڑکوں کی صورتِ حال ہمارے سامنے ہے۔اسی طرح پانی، بجلی، گیس، سی این جی ہفتے میں کئی کئی دن میسر ہی نہیں، ان سہولیات کی فراہمی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حال ہی میں جب یورپی یونین کی طرف سے پاکستان کو جی ایس پی پلس (Generlised System of Preferences Plus) کا درجہ دیا گیا تو ایکسپریس فورم میں بزنس کمیونٹی کے راہنماؤں اور اقتصادی ماہرین نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے جس چیز کی طرف سب سے زیادہ توجہ دی وہ انڈسٹری کو بلاتعطل بجلی اور گیس کی فراہمی تھی۔(۱۸) ان کا بھی یہی مؤقف تھا کہ اگر حکومت یورپی یونین کے ان اقدامات سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے تو اسے ہر صورت سہولیات کی فراہمی کی طرف توجہ دینی ہوگی۔

اسی طرح تجارتی معاملات کے تصفیہ کے حل کا کوئی مؤثر نظام موجود نہیں۔تجارتی سرگرمیوں کے فروغ میں امن وامان کا جائزہ لیا جائے تو صورتِ حال مزید تشویش ناک نظر آتی ہے۔کیونکہ آئے دن مارکیٹوں میں بم دھماکے حکومتی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت پیش کررہے ہیں اور وجہ سے انڈسٹری دوسرے ممالک میں شفٹ ہورہی ہے۔اگر دیگر ممالک سے اقتصادی روابط کی بات کی جائے تو ساری اسلامی دنیا کو چھوڑ کر حکومت کو صرف انڈیا ہی نظر آرہا ہے۔ حالانکہ ماضی کے حقائق سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ انڈیا کسی بھی لحاظ سے پاکستان کے لئے مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتا۔انہیں حالات کی وجہ سے ملک کی اقتصادی صورتِ حال اس حد تک پیچیدہ ہو چکی ہے کہ اقتصادی ماہرین اقتصادی بحران کی پیش گوئیاں کررہے ہیں اور لوگوں میں یہ بات پھیل رہی ہے کہ ملک دیوالیہ ہونے کی وجہ سے ٹکڑوں میں تقسیم ہونے کے قریب ہے۔

اگر حکومت صحیح معنوں میں اقتصادی ترقی حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے خلفاء راشدین کی حکمتِ عملی سے بھرپور استفادہ کرنا ہوگا۔

حکومت کو درج ذیل سہولیات کی فراہمی کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔تاکہ خلفاء راشدین کی دور کی طرح موجودہ دور میں پاکستان اقتصادی ترقی حاصل کر سکے۔

☆ ذرائع آمدورفت میں ترقی

☆ پانی، بجلی، گیس کی بلاتعطل فراہمی
☆ مزید وسائل کی دستیابی اور موجودہ وسائل کا بھرپور استعمال
☆ تجارتی معاملات کے لئے الگ عدالتوں کا قیام
☆ بیرونی ممالک سے آنے والے تجار سے خصوصی معاملات
☆ شہروں اور نئی آبادیوں کے قریب تجارتی منڈیوں اور بازاروں کا قیام
☆ امن کی فراہمی کو ہر صورت یقینی بنایا جائے۔

(۱) تجارتی قرضوں کی فراہمی

باہمی تعاون کے فروغ اور ہمدردی کے لئے شریعتِ اسلامیہ نے قرضوں کی سہولت عطا فرما دی اور قرض کے معاملات طے کرنے کا " یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ ۔۔۔۔۔۔"(۱۹) فرما کر باقاعدہ طریقہ کار متعین کر دیا اور قرض دار کا خیال رکھنے کے بارے فرمایا " فَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَہٖ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ "(۲۰) اور زکوٰۃ کے مستحقین میں قرض دار کو شامل کر دیا۔(۲۱)

شریعت کے احکامات کو سامنے رکھتے ہوئے خلفاء راشدین نے بھی اپنے دورِ خلافت میں ضرورت مند افراد کے لئے قرضوں کی فراہمی کو یقینی بنایا، خصوصاً تجارتی مقاصد اور قرض داروں کے قرضوں کی ادائیگی کے لئے باقاعدہ فنڈ مختص کئے۔ جہاں سے تجارتی اغراض کے لئے بلاسود قرضے جاری کئے جاتے تھے اور مستحق قرض داروں کو قرض سے خلاصی دی جاتی تھی۔ یہ قرضے پیدا آوری اور غیر پیدا آوری اغراض کے لئے دیئے جاتے تھے۔ اس کے ساتھ خود اسلامی ریاست نے اپنی جانب سے قرضِ حسنہ دینے اور اس کو وصول کرنے کا انتظام کیا جاتا تھا اور کاروبار کے لئے جو انتظامی اخراجات لاحق ہوتے وہ حکومت برداشت کرتی تھی۔(۲۲) اس کے علاوہ اس دور میں افراد باہم رضامندی کے ساتھ آپس میں قرض کے معاملات کرتے تھے جس سے تجارت کو فروغ دیا جاتا۔ جس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے ہوتا ہے۔

ابنِ سعد لکھے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کو کبھی تجارتی مقصد کے لئے رقم کی ضرورت پیش آتی تو ذاتی طور پر کسی سے قرض لے لیتے۔ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ تجارت کرتے تھے حالانکہ وہ خلیفہ تھے کبھی کاروباری مقصد کے لئے رقم کی ضرورت پیش آتی تو ذاتی طور پر کسی سے قرض لے لیتے۔ انھوں نے شام کے لئے ایک تجارتی قافلہ تیار کیا اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس چار ہزار درھم قرض مانگنے کو بھیجا۔ انہوں نے قاصد سے کہا کہ ان سے کہو کہ وہ بیت المال سے لے لیں، پھر اسے ادا کر دیں۔ قاصد ان کے پاس آیا اور ان سے جواب کی خبر دی تو یہ انہیں ناگوار ہوا۔ پھر ان سے عمرؓ ملے اور کہا کہ تم کہتے ہو بیت المال سے لے لیں۔ اگر میں اس کے آنے سے پہلے مر جاؤں تو تم لوگ کہو گے کہ

اسے امیر المؤمنین نے لیا ہے وہ رقم انہی کو چھوڑ دو اور قیامت میں مجھ سے اس کا مؤاخذہ ہو۔نہیں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ میں تمہارے جیسے حریص ارلالچی سے لوں کہ اگر میں مرجاؤں تو وہ اس مال کو میری میراث سے لے لے۔(۲۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں عوام کو معلوم تھا کہ بیت المال سے تجارتی اغراض کے لئے قرضہ کی سہولت میسر ہے۔

حضرت عمرؓ کے دور میں ایک قانون بنایا گیا کہ سود سے پاک قرض کا ایک فنڈ قائم کیا جائے۔(۲۴) آپ اس فنڈ سے خود بھی قرضہ لیتے تھے اور تاجروں کو بھی دیتے تھے اور منافع کا ایک حصہ خود اور دوسرا وہ سرکاری خزانہ میں جمع کرواتے تھے جو مضاربہ اور کمرشل جیسا کام تھا۔(۲۵)

اسی طرح کا ایک قرضہ حضرت عمرِ فاروقؓ کے دورِ خلافت میں آپ کے صاحب زادوں حضرت عبداللہ اور حضرت عبیداللہؓ نے لیا تھا۔ جب وہ دونوں عراق جہاد کے لئے گئے ۔اور جب وہ واپسی سے پہلے بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ملے تو انھوں نے کہا کہ میرے پاس بیت المال کی رقم ہے تم اسے لے جاؤ اور خلیفہ حضرت عمرؓ کو دے دینا۔مگر اس صورت میں کہ میں تمہیں یہ رقم قرض دیتا ہوں تم اس سے راستہ میں تجارت کرنا نفع اپنے لئے رکھ لینا اور اصل بیت المال کے لئے خلیفہ کے سپرد کر دینا۔انہوں نے ایسا ہی کیا۔(۲۶)

حضرت عباسؓ اور حضرت عثمانؓ بھی تاجروں کو قرضہ دیا کرتے تھے۔حضورِ اکرم ﷺ کے دور میں انھوں نے ایک تاجر کو قرضہ دیا ہوا تھا۔جب انہوں نے سود کا مطالبہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے حرمت کی آیت کے پیشِ نظر انہیں سود لینے سے منع فرما دیا۔(۲۷)

دورِ خلافتِ راشدہ میں نہ صرف مرد تجار کو قرضہ دیا جاتا تھا بلکہ اس دور میں خواتین کو بھی تجارتی مقاصد کے لئے قرضہ کی فراہمی کی جاتی تھی۔

تاریخ طبری میں حضرت عمرؓ کے حوالے سے ایک واقعہ آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں خواتین کو تجارتی اغراض کے لئے قرضے دیئے جاتے تھے۔تاریخ طبری کے الفاظ ہیں۔

"اَنَّ هِنْدَ بِنْتِ عُتُبَه قَامَتُ اِلٰی عُمَرَ بِنِ الْخَطَّابؓ فَاسُتَقُرَضَتُهُ مَنُ بَيُتِالُمَالِ اَرُبَعَةَ الافٍ تَتَّجِرُ فِيُهَا تَضُمَنُهَا فَاَقُرَضَهَا فَذَهَبَتُ اِلٰى بِلَادِ كَلُب فَاشُتَرَتُ وَبَاعَتُ"(۲۸)

''حضرت ہند بنت عتبہؓ حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان سے بیت المال سے چار ہزار (درہم یا دینار) قرض مانگے۔تاکہ ان سے تجارت کرے اور ان کی واپسی کی ضامن ہو۔حضرت عمرؓ نے انہیں قرض دے دیا۔وہ بلادکلب گئیں اور خرید وفروخت کرتی رہیں۔''

پاکستان کی تجارتی قرضوں کی فراہمی کے معاملہ میں پیش قدمی بھی انتہائی افسوس ناک ہے۔ اول تو قرضوں کی فراہمی کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے لیکن اگر قرضے فراہم کئے بھی جاتے ہیں تو سود جیسی لعنت کے ساتھ تجارت کا فائدہ کم اور نقصان کہیں زیادہ ہوتا ہے۔اس کے علاوہ اس قسم کے قرضوں میں تسلسل بھی موجود نہیں ہوتا اور نہ ہی نگرانی و واپسی کا مناسب انتظام کیا جاتا ہے۔

(۲) ٹیکسوں کا نظام

موجودہ دور میں اقتصادی تباہی کی ایک وجہ ٹیکسوں کا غیر عادلانہ نظام بھی ہے۔ جو تجار کے لئے طرح طرح کے مسائل پیدا کر رہا ہے۔حکومت کو اس کی اصلاح کے لئے درج ذیل پہلوؤں پر غور کرنا چاہیے۔

☆ اگر بیرونی تجارتی اشیاء پر ٹیکس لگانے کا معاملہ ہو تو حضرت عمرؓ کے فرمان کے مطابق جتنا وہ ٹیکس وصول کریں اتنا ہی ان سے ٹیکس وصول کرنا چاہیے۔(۲۹)

☆ اس سلسلہ میں تجار کی تفتیش کر کے انہیں طرح طرح کی مشکلات میں نہ ڈالا جائے۔

☆ خلفاء راشدین کے نافذ کردہ عشور کے نظام سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔

☆ سال میں ایک ہی مرتبہ ٹیکس لیا جائے۔اور تجار کے جان و مال کی حفاظت کا ہر ممکن بندوبست کیا جائے۔

☆ نظامِ زکوٰۃ کو مکمل طور پر شریعت کے تابع کیا جائے۔

☆ ٹیکسوں کی شرح کو کم سے کم کیا جائے۔اور اس سلسلہ میں سنجیدہ کوششیں کی جائیں۔

☆ ٹیکسوں کے نظام کا ازسرِ نو جائزہ لیا جائے اور ایسے تمام غیر ضروری ٹیکس ختم کر دیئے جائیں جن کی وجہ سے لوگ فرض زکوٰۃ ادا کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ کا نظام قائم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لگائی گئی ہے۔ اس کے برخلاف ٹیکسوں کا نظام ظلم و جبر کی نشاندہی کرتا ہے کیونکہ حکومتیں اپنے اخراجات میں کنٹرول کرنے کی بجائے، ہر قسم کے اخراجات انہیں ٹیکسوں سے پورے کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

(۳) اشیاء ممنوعہ اور ناجائز ذرائع تجارت میں پاکستان کی صورتِ حال

حکومت کو ممنوعہ اشیاء یا ایسی اشیاء جو مسلمانوں کے نزدیک مال تصور نہیں کی جاتی اور تمام ایسے ذرائع جنہیں شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے کی روک تھام کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اسلامی ممالک میں ایسی اشیاء جو مسلمانوں کے نزدیک مال نہیں ہے (مثلاً شراب، خنزیر، کتا، بلی، بت، نشہ آور اشیاء) ان کی تجارت اور غیر شرعی ذرائع کی قطعاً اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ جیسا کہ خلفاء راشدین کیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ سواد کے باشندوں میں سے ایک شخص

شراب کی تجارت سے نفع کما کر امیر بن گیا ہے تو انھوں نے لکھا ''اس کی ہر چیز جس تک تمہاری رسائی ہو توڑ ڈالو، اس کے تمام چوپایوں کو ہانک کر لے آؤ اور دیکھو اس کی کسی چیز کو کوئی پناہ نہ دے۔(۳۰)

اسی طرح کی ایک روایت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے قبیلہ ثقیف کے ایک شخص کے گھر شراب دیکھی تو اس کے گھر کو جلا ڈالنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ جلا دیا گیا، اس شخص کا نام رویشد (راشد کی تصغیر) تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کو فویسیق (فاسق کی تصغیر) ہے۔(۳۱)

تجارتِ خمر خلفاء راشدین کے نزدیک کسی مسلمان یا ذمی کے لئے جائز نہیں تھی۔ مسلمان کے لئے اس وجہ سے کہ یہ ان کے نزدیک مال ہی نہیں ہے۔ اور ذمیوں پر اس لئے کہ ان کے اور حضرت عمرؓ کے درمیان معاہدہ طے پایا تھا اور یہ شرط تھی کہ وہ خمر کی تجارت نہیں کریں گے۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ ذمیوں کو شراب پینے کی اجازت تھی نہ کہ شراب کے کاروبار کی۔(۳۲)

حضرت علیؓ بھی اپنے دورِ خلافت میں شراب کی تجارت سے سختی کے ساتھ روکا کرتے تھے۔ ربیعہ بن زکاء کہتے ہیں کہ حضرت علی نے زرارہ بستی پر نظر ڈال کر پوچھا کہ کون سی بستی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا۔ یہ بستی زرارہ ہے۔ اور یہاں اوباش لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور شراب فروخت ہوتی ہے۔ تو حضرت علیؓ نے کہا اس کا راستہ کدھر سے ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ پُل کے دروازہ سے۔ ایک آدمی نے کہا کہ امیر المؤمنین ہم آپ کے لئے کشتی لے لیتے ہیں جس کے ذریعے سے آپ دریا پار کر کے اس جگہ پہنچ جائیں گے۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ تو بیگار ہو جائے گا اور ہم بیگار نہیں لینا چاہتے۔ چلو ہمیں پُل کے دروازے تک لے چلو، چنانچہ بستی میں پہنچے اور کہا کہ میرے پاس آگ لاؤ، اس بستی میں آگ لگا دو۔ اس لئے کہ خبیث (چیز کے اجزاء آپس ہی میں) ایک دوسرے کو کھا لیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس بستی کے سروں تک آگ لگ گئی۔(۳۳)

یہی صورتِ حال خنزیر کی تجارت کی ہے مسلمانوں کے نزدیک یہ حرام اور نجس ہے اور مال نہیں ہے اس لئے مال کے بدلے اس کی فروخت جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی حق کی وصولی میں اسے لینا روا ہے چنانچہ جب سمرۃ بن جندبؓ نے ذمیوں سے خراج اور جزیہ کی وصولی کی اور ان سے خنزیر بھی لے لیا تو حضرت عمرؓ نے ان کے اس فعل کو ناپسند کیا اور کہا ''عراق میں ہمارے عامل سمرہ کو اللہ سمجھائے اس نے مسلمانوں کے فئے کے مال میں خنزیر اور خمر کی قیمت ملا دی حالانکہ یہ چیزیں خود بھی حرام ہیں اور ان کی قیمت بھی حرام ہے۔(۳۴)

خلفاء راشدین کے دورِ خلافت میں احتکار، اکتناز اور ناپ تول میں کمی کی شدت سے مذمت کی جاتی تھی۔ حضرت علیؓ بازار میں درہ لے کر نکلتے اور بازار والوں کو مناسب ہدایت دیتے رہتے چنانچہ علامہ ابن البر لکھتے ہیں۔

"وَهُوَيَطُوفُ فِي الاَسوَاقِ وَ مَعَهٗ دِرَّةٌ يَامُرُهُم بِتَقوَى اللّٰهُ وَ صِدقِ الحَدِيثِ وَ حُسنِ البَيعِ وَ الوَفَاءِ بِالكَيلِ وَ المِيزَانِ"(۳۵)

''حضرت علی درہ لے کر بازار میں نکلتے اور اہلِ بازار سے فرماتے کہ خدا کا خوف ہر معاملہ میں ملحوظ رکھو۔ خبردار لین دین میں سچائی سے کام لو اور خرید وفروخت کو اچھے اور مناسب داموں سے قائم رکھو۔ ناپ تول میں کمی اور نقصان نہ ہونے دو۔''

پاکستان میں ہر قسم کی تجارتی بدعنوانیوں کا دور دورہ ہے۔ لوگ ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، غیر شرعی اشیاء کی تجارت، وغیرہ میں مصروف ہیں جس کی وجہ سے مہنگائی عروج پر ہے۔

حکمرانوں کو چاہیے کہ اگر لوگ اس قسم کی تجارتی سرگرمیوں میں ملوث پائے جائیں تو خلفاء راشدین کی تجارتی حکمتِ عملی کے پیشِ نظر ان سے سختی کے ساتھ پیش آیا جائے تاکہ وہ آئندہ اس طرح کے معاملات نہ کریں۔ اس کے علاوہ سرحدوں پر بہتر نگرانی کے ذریعے ان اشیاء کی غیر قانونی تجارت کو روکا جائے۔

(۴) پاکستان میں اموالِ تجارت کی زکوٰۃ کی صورتِ حال

پاکستان میں تجارتی اموال کی زکوۃ کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی جبکہ خلفاء راشدین نے اس سلسلہ میں خصوصی اقدامات کیئے تھے۔

دورِ خلافتِ راشدہ میں تجارتی مال ایسا مال کہلاتا تھا جسے بڑھایا اور پھیلایا جائے اور جس سے اضافہ ومنافع مقصود ہو۔ یہ مال تجارت ان مویشیوں کے ریوڑوں کے مشابہ ہوتا ہے جو مویشی بڑھانے اور افزائشِ نسل اور اس سے دیگر اضافی فوائد ومنافع حاصل کرنے کے لئے پالے جاتے ہیں۔ اور اسی لئے ان پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مویشیوں میں سے ہر قسم کی جداگانہ ان کے قاعدوں کے مطابق زکوۃ دی جائے گی۔ مطلب یہ کہ تجارتی مال خواہ کتنی ہی مختلف اقسام کا ہو ان سب کے مجموعی قیمت متعین کر کے اس پر زکوٰۃ لی جائے گی۔(۳۶)

تجارتی اموال کی زکوٰۃ کا طریقہ کار

حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک تجارتی اموال کی زکوٰۃ کا معاملہ نقود کی زکوٰۃ کی طرح ہے۔ یعنی تجارتی اموال کی قیمت نقود میں لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ تجارتی اموال پر زکوٰۃ کی وصولی کا حق سلطان کو ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ، ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اموالِ تجارت کی زکوۃ وصول کیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب تجارتی اموال کی کثرت ہوگئی اور آپؓ نے محسوس کیا کہ زکوۃ کی وصولی کی خاطر مالکوں کا پیچھا کرنے میں زیادہ ضرر ہے تو آپ نے اس میں مصلحت دیکھی کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی ذمہ داری مالکوں کے سپرد کر دی جائے اس طرح ان اموال کے مالک

مستحقین پر زکوٰۃ تقسیم کرنے کے عمل میں امیر المؤمنین کے وکیل یا نمائندے بن جائیں گے۔(۳۷)

حضرت عمرؓ کے نزدیک سامانِ تجارت پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ عائد ہو جاتی ہے۔اس بارے میں حضرت ابوعمرو بن حماس کی روایت ہے کہ

> ''حضرت ابن حماسؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ میرے پاس سے گذرے اور مجھے فرمانے لگے اے حماس اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ میں نے عرض کیا: میرے پاس جعاب (تیروں کے غلاف) اور کھالوں کے سوا کچھ نہیں۔آپؓ نے فرمایا ان کی قیمت لگاؤ اور پھر زکوٰۃ ادا کرو۔''(۳۸)

رحمٰن بن عبد القاری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے عہد میں بیت المال پر مقرر تھا کہ حضرت عمرؓ جب ''عطا'' (وظائف) نکالتے تو تمام موجود اور غیر موجود مال تجارت کو جمع کر کے اس کا حساب کرتے اور تمام موجود اور غائب مال کی جانب سے زکوٰۃ ادا کرتے۔(۳۹)

حضورِ اکرم ﷺ کے دور میں گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں لی جاتی تھی۔لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ عائد کر دی اور صحابہ میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔(۴۰)

پاکستان کی غربت و افلاس کی موجودہ شرح اس بات کا تقاضا کر رہی ہے کہ تجار سے زکوۃ کی وصولی کو ہر صورت یقینی بنایا جائے۔ تاکہ زکوۃ کی فرضیت کے مقاصد کا حصول ممکن ہو سکے۔تجارتی اموال سے زکوۃ وعشر کی وصولی کے سلسلہ میں درج ذیل ہدایات پر عمل کرنا فائدہ مند ثابت ہوسکتا ہے۔

☆ حضورِ اکرم ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ کے طریقہ کار کے مطابق حکومت تجارتی اموال سے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے اقدامات کرے۔

☆ زکوۃ کے حساب کتاب اور وصولی کے لئے ایسے عاملین زکوٰۃ کے تقرر کو یقینی بنایا جائے جو اس سلسلہ میں تمام مسائل سے آگاہ ہوں۔

☆ بیع سلم کے ذریعے سے بھی موجودہ دور میں بڑی مقداد میں عشر اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔اس سلسلہ میں حکومت لوگوں کی اجناس کو بیع سلم کے ذریعے خرید لے۔اور اس مقدار پر عشر کی رقم کو منہا کر کے الگ کھاتہ میں رکھے۔

(۵) احتسابی عمل اور بازاروں کی نگرانی میں حکمرانوں کا رویہ

اسلامی تعلیمات سے ہمیں احتساب کی اہمیت سے آگاہی ہوتی ہے اسی پر عمل سے خلفاء راشدین نے اپنے ادوار میں کامیابی کے ساتھ حکومتی معاملات کو انجام دیا۔حضرت عمرؓ بازاری معاملات کا محاسبہ کرنے میں بھی بہت

سخت واقع ہوئے تھے آپؓ ہاتھ میں درّا لئے ہوئے بازار میں گھومتے تھے جیسا کہ اوپر گزرا، اور جسے اس کا مستحق سمجھتے اس کی اس سے سرزنش کرتے۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں عمرؓ کے جسم پر جوتہہ بند دیکھی اس میں چودہ پیوند لگے ہوئے تھے، کچھ پیوند چمڑے کے تھے۔ آپؓ کے جسم پر نہ تو قمیص تھی اور نہ چادر، سر پر پگڑی ہوتی اور ہاتھ میں درّہ اوراسی طرح مدینہ منورہ کے بازار میں گھومتے۔(۴۱) آپؓ نے ایک مرتبہ ایک آدمی کو دودھ میں پانی ملا کر بیچتے دیکھا تو سزا کے طور پر اس کے دودھ کو انڈیل دیا۔(۴۲) اسی طرح بازار کے جھگڑوں کے نبٹانے اور فیصلہ کرنے کے لئے ایک اور سرکاری افسر بھی مقرر تھے۔ اہواز کے بازار پر حضرت عمرؓ نے حضرت سمرہؓ بن جندب کو مقرر کیا تھا۔(۴۳) اور اس کے علاوہ آپؓ نے شفاء بنت عبداللہؓ کو بھی بازار کے بعض معاملات کا نگران مقرر کیا تھا۔(۴۴)

موجودہ دور میں بھی ممالک بازاروں کو منظّم کرنے اور ان کی نگرانی کی طرف توجہ دیتے ہیں اور ایوانِ تجارت (چیمبر آف کامرس) یا اس کے قائم مقام دوسرے شعبے بناتے ہیں، بازار میں جن اصلاحات کی ضرورت ہوتی ہے اور جسمیں جمہور کا فائدہ ہوتا ہے ان کی اصلاح و رہنمائی اور ضابطہ بندی کا کام کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ اس معاملہ میں سب سے سبقت لے گئے اور اس کا سہرہ آپ کے سر ہے۔ بازاروں کو بے ہنگم نہیں چھوڑا، بلکہ ان پر نگران مقرر کئے جو غلطیوں کی تاک میں لگے رہتے، تجارت کو منظّم کرتے اور اسلامی اصولوں کی محافظت کرتے، چنانچہ جس طرح سائب بن یزید کو مدینہ طیبہ کے بازار کا نگران بنا دیا تھا۔(۴۵)

حضرتِ عثمانِ غنیؓ بھی لوگوں کے معاشی حالات کی اصلاح اور بازاروں کی نگرانی اور قیمتوں کے نرخ کی طرف خصوصی توجہ دیتے تھے۔ ان کے بارے میں مسند احمد میں روایت ہے کہ ان کو ملکی حالات کی درستی، لوگوں کی خوشحالی، ان کے معاشی اطمینان، اقتصادی حالات اور بازاروں کی چیزوں کے نرخ وغیرہ کے متعلق اس قدر اہتمام تھا کہ آپؓ برسرِ منبر جمعہ میں تکبیر کے اثناء میں بازار کے حالات دریافت فرماتے تھے۔(۴۶) حضرت علی المرتضیٰؓ بھی بازاروں کی نگرانی کی طرف خصوصی توجہ دیا کرتے تھے۔(۴۷)

اس کے علاوہ آتا ہے کہ سیدنا علیؓ بازار میں داخل ہوتے، آپؓ کے ہاتھ میں درّہ ہوتا، ایک عباء زیبِ تن کیے ہوتے اور کہتے رہتے: اے تاجرو، حق لو اور حق دو تم سلامتی میں رہو گے، معمولی نفع بھی نہ جانے دو، مبادہ زیادہ منافع سے ہاتھ دھو بیٹھو۔(۴۸)

موجودہ دور میں اس کی بہت کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ انتظامی معاملات کی اصلاح اور ترقی کا سارا دارومدار احتساب اور نگرانی کے مؤثر نظام پر ہے۔ خلفاء راشدین کے ہاں احتساب کا پورا نظام تھا جس کے بارے موجودہ دور میں کتب دستیاب ہیں۔ امام ابو یوسف نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الخراج میں بھی خلفاء راشدین کے

طریقہ کار سے استفادہ کی طرف آنے والے حکمرانوں کی راہنمائی کی ہے۔(۴۹)

موجودہ دور کے اقتصادی معاملات میں حکومت کی مداخلت بڑھ گئی ہے لہٰذا حکومت کو ان معاملات میں اصلاح اور ترقی کے لئے احتساب کے نظام کو ہر صورت مضبوط کرنا ہوگا۔ کیونکہ آج کل بے شمار قسم کی کاروباری بدعنوانیوں نے منڈیوں میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں اور ہر بدعنوانی کے پیچھے ایک طاقتور لابی کام کرتے ہوئے اپنے مقاصد حاصل کر رہی ہے۔ لہٰذا حکومت کو احتساب کے عمل کو مؤثر بنانے کے لئے درج ذیل نکات کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔

☆ موجودہ اقتصادی حالات کی بہتری کے لئے احتساب کے عمل میں نرمی کی گنجائش نہیں بنتی۔ اس معاملہ میں زیادہ سے زیادہ سختی کی ضرورت ہے۔ تاکہ جو کثیر تعداد میں بدعنوانیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کا خاتمہ ہو سکے۔ کیونکہ ایسے تجار نا صرف ملکی تجارت کے لئے نقصان کا باعث بن رہے ہیں بلکہ عالمی سطح پر یہ اسلام کو بھی بدنام کر رہے ہیں۔

☆ احتساب کے عمل کو شفاف اور غیر جانبداری سے انجام دیا جائے اور ایسے افراد کا تعین کیا جائے جن کا کردار مثالی ہو۔ صرف سیاسی بنیادوں پر تعیناتی کرنا یا پارٹی کے اعتبار سے تقرر کرنا کوئی عقل مندی نہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو پھر ہمیں ایسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ آئے دن اخبار میں سرخیاں لگتی رہتی ہیں مثال کے طور پر اگر ہم ۲۳ دسمبر ۲۰۱۳ء کی روزنامہ ایکسپریس ملاحظہ کریں تو اس کے فرنٹ پیج پر مین ہیڈنگ تھی کہ

> ''ٹریڈ ڈویلپمنٹ سبسڈی سکینڈل گیلانی اور امین فہیم کو شاملِ تفتیش کرنے کا فیصلہ سابق دور میں سیاسی شخصیات کے نمائندوں نے کاغذی ایکسپورٹ کمپنیوں کو ۵ ارب روپے کی سبسڈی کا بڑا حصہ حوالہ اور ہنڈی کے ذریعے بیرونِ ملک منتقل کیا، کرپشن کی رقم وزارتِ تجارت کے ایک افسر کے اکاؤنٹس میں منتقل ہونے کے بعد حصہ داروں میں تقسیم ہوئی، ایف آئی اے کی تحقیقات، قانونی پہلوؤں کا جائزہ''(۵۰)

☆ احتساب کے لئے ایک باقاعدہ شعبہ کا قیام عمل میں لایا جائے تو صرف کاروباری اور تجارتی معامات کو حل کرے۔ اور اس سلسلہ میں قانون سازی میں معاونت کرے۔

(۶) انشورنس کا نظام اور جدید تجارت

پاکستان میں تجارتی معاملات کی خرابی کا ایک سبب تجارتی معاملات میں انشورنس کو لازمی قرار دینا بھی ہے انشورنس کا طریقہ کار ربا، قمار اور غرر کی واضح شکل ہے۔ جسے علماء کی اکثریت ناجائز قرار دے چکی ہے، پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل نے 92-1991 میں ایک رپورٹ تیار کی تھی جس میں اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ تجارتی بیمہ شریعت کی رو سے ناجائز ہے۔ تجارتی اور کاروباری معاملات کی درستی کے لئے اس کی اصلاح بہت

ضروری ہے۔(۵۱)

اس خرابی کے خاتمہ کے لئے بھی خلفاء راشدین کے دور سے استفادہ کیا جا سکتا ہے خلفاء راشدین نے کفالتِ عامہ کا بہترین انتظام کیا ہوا تھا۔ اسی طریقہ کار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے موجودہ دور میں بھی بیمہ کا ایسا طریقہ کار اختیار کیا جائے کہ کسی تاجر کے نقصان کی صورت میں تمام تجار مل کر اس کے نقصان کی تلافی کے لئے اقدامات کریں۔ اس سلسلہ میں مشترک فنڈ کا قیام بھی عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ ایسے طریقہ کار کو تعاونی بیمہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اور اسے تکافل کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جس کے بارے میں علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ کیونکہ اس میں درج بالا برائیاں نہیں پائی جاتیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ انشورنس کے معاملات جہاں بھی سرانجام دیئے جا رہے ہیں انہیں فوری طور پر ختم کیا جائے اور تکافل جو کہ اسلامی اصطلاح ہے اور اس کی بنیاد شریعت کے اصولوں پر ہے اور اس سے ملتا جلتا طریقہ کار خلفاء راشدین نے استعمال بھی کیا ہے۔ اسے شروع کیا جائے۔

(۷) دنیا، خصوصاً عالمِ اسلام سے رابطہ میں کمی

خلفاء راشدین نے اپنے دور میں تمام عالم میں تجارت کو پھیلانے بھرپور کوشش کی اور اس مقصد کے لئے بری اور بحری دونوں وسائل کا استعمال کیا۔ اگر اس تناظر میں پاکستان کی صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے تو پاکستان کو بہت محنت کی ضرورت ہے۔ تجارت کے پھیلاؤ کے نقطہ نظر سے پاکستانی حکمرانوں کو چاہیے کہ تمام عالم کے ممالک سے رابطے کو یقینی بنایا جائے۔ اس سلسلہ میں خلفاء راشدین کے طرزِ عمل کو سامنے رکھا جائے۔

عالمِ اسلام کو ملانے کے معاملے میں نیوکلیئر پاکستان کردار ادا کر سکتا ہے۔ کیونکہ امتِ مسلمہ کو پاکستان سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں اور اپنے قیام کے شروع کے سالوں میں اس نے ذمہ داری ادا کرنی کی کوشش بھی کی جس سے اسلامی ممالک نے استفادہ کیا لیکن آج جب صورتِ حال دیکھی جاتی ہے تو استفادہ کرنے والے ممالک اس سے کافی آگے بڑھ چکے ہیں۔ پاکستان کو دیگر اہم اسلامی ممالک کو ساتھ ملاتے ہوئے دوبارہ سے اقتصادی میدان میں وہی گرم جوشی دیکھانے کی ضرورت ہے۔

(۸) حکمرانوں میں اجتہادی بصیرت کا فقدان

اقتصادی صورتِ حال کی بہتری اور جدید دور سے مطابقت کے لئے اقتصادی میدان میں کئی مسائل ایسے ہیں جن کے حل کے لئے اجتہادی بصیرت کی ضرورت ہے۔ اجتہادی بصیرت اللہ تعالیٰ ہر کسی کو عنائت نہیں فرماتے، حکمرانوں کو اس سلسلہ میں خلفاء راشدین کے اجتہادی منہج کا تفصیلاً جائزہ لینا چاہیے اور عصرِ حاضر کے لئے اقتصادی مسائل کا حل

تجویز کرنا چاہیے۔

موجودہ دور میں سودی معیشت اور سودی نظام کے خاتمہ کے لئے خلفاء راشدین کے اجتہادی منہج کو اختیار کیا جائے، کیونکہ اس طرح ہم بڑی آسانی کے ساتھ موجودہ دور کی تجارتی اشکال کی اصلاح کر سکتے ہیں اور ضرورت کے مطابق مزید تجارتی صورتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے انہیں سودی نظام کے متبادل کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔

اگر ہم تاریخِ اسلامی کا جائزہ لیں تو ہمیں اسلامی تعلیمات کے مطابق نصوصِ قرآنی، رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور خلفاء راشدین کے اجتہادات اور امتِ مسلمہ کے متفق علیہ قواعد وضوابط کی نبیاد پر مسلمانوں نے مختلف ادوار میں مختلف انداز کے ڈھانچے اپنائے اور مختلف تجارتی اشکال کو اختیار فرمایا۔آج کسی ڈھانچے یا طریقے کو سو فیصد اختیار کرنا شریعت کا منشا نہیں ہے۔کیونکہ شریعت نے ان ڈھانچوں کو دوام عطا نہیں کیا۔

خلفاء راشدین اجتہادی اعتبار سے بہت زیادہ بصیرت کے حامل افراد تھے۔انہوں نے شریعت کے اصولوں کے مطابق مسلمانوں کے مستقبل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کئی معاملات میں اجتہادات کئے۔آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان کی اجتہادی بصیرت سے بھر پور استفادہ کریں۔اور اقتصادی اعتبار سے آئندہ کے لئے پیش قدمی کے لئے ان کے اجتہادی منہج کو اختیار کیا جائے۔

الغرض پاکستان اسی صورت میں اقتصادی ترقی حاصل کرسکتا ہے جب حکمران قرآن وسنت کے احکامات پر اپنے اسلاف خصوصاً خلفاء راشدین کے طریقہ کار کے مطابق عمل درآمد کو یقینی بنائیں گے۔کیونکہ ان حضرات نے کمال حکمت وتدبر سے مسلمانوں کے لئے قیامت تک کے مسائل کے حل کی طرف راہنمائی کر دی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) المتقی، علی بن حسام الدین، کنز العمال : ج۴، ص۱۸۵

(۲) مسلم بن الحجاج، ابی الحسین، امام، حافظ، الجامع الصحیح المسلم، ریاض : مکتبہ دار السلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۸ء، کتاب المساقاۃ، باب الصرف و بیع الذھب بالورق نقداً، رقم الحدیث، ۴۰۵۹

(۳) ایضاً ، رقم الحدیث، ۴۰۶۱

(۴) نووی، ابی زکریا محی الدین بن شرف، المجموع شرح المھذب، مکتبۃ السّلفیہ، مدینۃ المنورۃ، س ن، ج ۱۰، ص ۳۵

(۵) زید بن علی بن حسین بن علی، سیدنا، مسند زید، لاہور: دار النفائس، ۲۰۰۷ء، ص۲۷۴

(۶) شاہ ولی اللہ، محدث، دہلوی، فقہ عمرؓ، مترجم، ابو یحییٰ امام خان، لاہور: علم وعرفان پبلیشرز، ۲۰۰۵، ص ۱۹۷
(۷) الکتانی، عبدالحیی، علامہ، الشیخ، التراتیب الاداریہ، بیروت، دار الفکر، س ن ص ۱۸
(۸) زید بن علی، امام، مسندِ زید، ص ۲۷۴
(۹) الغزالی، ابی حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، بیروت: داراحیاء التراث العربی، س ن، ج ۲، ص ۶۴
(۱۰) ابن ماجہ، ابی عبد اللہ محمد بن یزید، الامام، الحافظ، سنن ابن ماجہ، ریاض: دارالسلام للنشر و التوزیع، ۱۹۹۹ء، کتاب السنة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، رقم الحدیث: ۲۲۴
(۱۱) الذاریات، ۵۵
(۱۲) بخاری، ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل الامام، الحافظ، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ و سننه و ایامه، ریاض: دار السلام للنشر و التوزیع، ۱۹۹۹ء، کتاب البیوع، باب ما یکرہ من الخداع فی البیع، رقم الحدیث: ۲۱۱۷
(۱۳) المتقی، علی بن حسام الدین، کنز العمال، ج ۴، ص ۱۲۸
(۱۴) مالک بن انس، امام، مؤطا، بیروت: داراحیا التراث، ۱۹۸۵ء، باب الحکرۃ والتربص، ج ۲، ص ۶۵۱
(۱۵) ابنِ ماجہ، سنن ابنِ ماجه، ابواب التجارات، باب الحکرۃ و الجلب، رقم الحدیث: ۲۱۵۴
(۱۶) یوسف الدین، محمد، اسلام کے معاشی نظریے، دکن: مطبع ابراہیمیہ ۱۹۵۰ء، ج ۲، ص ۴۷۶
(۱۷) امام مالک، الموطا، باب الحکرۃ و التربص، ج ۲، ص ۶۵۱
(۱۸) روزنامہ ایکسپریس: فیصل آباد، ۱۹ دسمبر ۲۰۱۳ء، فورم پیج
(۱۹) البقرۃ: ۲۸۲
(۲۰) البقرۃ: ۲۸۰
(۲۱) التوبۃ: ۱۰
(۲۲) یوسف الدین، محمد، اسلام کے معاشی نظریے، ج ۲، ص ۴۰۸
(۲۳) ابنِ سعد، طبقات الکبریٰ، بیروت: دار صادر، ۱۹۵۷ء، ج ۲، ص ۲۷۸
(۲۴) امام مالک، المؤطا، ج ۲، ص ۶۹۷
(۲۵) حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، محمد رسول ﷺ کی حکمرانی اور جانشین، لاہور: المکتبہ الرحمانیہ، ۲۰۰۶ ص ۱۲۹
(۲۶) امام مالک، الموطا، کتاب القراض، ج ۲، ص ۶۸۸
(۲۷) امام بغوی: فتح البیان فی مقاصد القرآن، ج ۱، ص ۳۶۵، قرآنِ حکیم، البقرہ: ۲۷۸
(۲۸) الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم و الملوک، کراچی: نفیس اکیڈمی س ن، ج ۳، ص ۲۷۷

(۲۹) ابو یوسف، امام: کتاب الخراج، بیروت: دار لامعرفتہ للطباعۃ والنشر، ۱۹۷۹ء، فصل فی العشور، ص ۱۳۵

(۳۰) ابی عبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال، شیخوپورہ: المکتبۃ الاثریہ، س ن، باب ۱۵، ص ۹۶

(۳۱) ایضاً

(۳۲) ایضاً، باب ۱۵، ص ۱۰۶

(۳۳) ایضاً : ص ۹۶

(۳۴) عبدالرزاق، ابی بکر بن ھمام، مصنف عبد الرزاق، بیروت: دار العلم، ۱۹۷۲ء، ج ۶، ص ۷۵

(۳۵) ابن عبدالبر، امام، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مصر: مکتبہ التجارۃ الکبریٰ، ۱۹۳۹ء، ج ۲، ص ۴۶۵

(۳۶) ابوعبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال: نمبر ۲۱۰۴، باب ۶۳، ص ۵۲۰

(۳۷) الکاسانی، علا الدین ابی بکر بن مسعود، بدائع والصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۶ء، ج ۲، ص ۷

(۳۸) ابوعبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال: ص ۴۳۰

(۳۹) ایضاً

(۴۰) رفیع اللہ شہاب، اسلامی ریاست کا مالیاتی نظام، سلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، ۱۹۷۳ء، ص ۴۹

(۴۱) ابنِ سعد، الطبقات الکبریٰ: ج ۳، ص ۳۳۰

(۴۲) ابنِ تیمیہ، تقی الدین، الحسبہ فی الاسلام، ریاض: من منشورات الموسسۃ السعیدیۃ، ۱۹۸۰ء، ص ۶۰

(۴۳) ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی، حافظ، الاصابہ فی تمیز الصحابۃ، مصر: مکتبہ التجارہ الکبریٰ، ۱۹۳۹ء، ج ۳، ص ۶۳۶

(۴۴) ایضاً، ج ۴، ص ۳۳۳

(۴۵) ابنِ اثیر، عز الدین ابی الحسن علی بن محمد، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، دار الشعب: ۱۹۷۰ء، ج ۲، ص ۳۲۱

(۴۶) احمد بن حنبل، امام، مسندِ امام احمد، بیروت: دار صادر، س ن، ج ۱، ص ۷۳

(۴۷) ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، المصنف فی الاحادیث و آثار، بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۴ء، ج ۵، ص ۳۹۳

(۴۸) ابنِ الجوزی، ابی الفرج، عبد الرحمٰن بن علی بن محمد، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن، ج ۵ ص ۷۰

(۴۹) امام ابو یوسف، کتاب الخراج

(۵۰) روزنامہ ایکسپریس: لاہور، ۲۳ دسمبر، ۲۰۱۳ء

(۵۱) سالانہ رپورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد، سال ۹۲-۱۹۹۱ء، ص ۵۰

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆